

خلافت راشدہ کے مالیاتی نظام میں مال فے اور اس کی عصری معنویت

MĀL AL-FAY IN FINANCIAL SYSTEM OF RASHIDUN CALIPHATE AND ITS
CONTEMPORARY RELEVANCE

ڈاکٹر منظور احمد *، عطا الرحمن صدیقی **

Abstract:

The period of the Rashidun Caliphate (11–40 AH / 632–661 CE) represents the golden era of Islamic governance, where economic justice, social welfare, and moral integrity were harmoniously integrated into state administration. Among the key sources of public revenue during this era was Māl al-Fay' (wealth acquired without armed conflict) a unique economic institution rooted in the Qur'an and the Sunnah. It was institutionalized to ensure the collective benefit of the Muslim community. This system not only reinforced the concept of social justice but also established a sustainable model of wealth distribution free from exploitation and concentration of wealth. The study of Māl al-Fay' as an economic source during the Rashidun period, therefore, provides valuable insights into developing a balanced, ethical, and welfare-oriented economic framework in the modern age.

Keywords: Māl al-Fay, Booty in Islam, Rashidun Caliphate, Islamic Governance, Economic Justice, Income Sources of Caliphate

اسلامی تاریخ میں خلافت راشدہ (11ھ-40ھ) کا دور مثالی حکمرانی اور عدل و انصاف کا نمونہ رہا ہے۔ اس عہد میں معاشی نظام کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھی گئی، اور ریاستی مالیاتی ذرائع میں مال فے ایک اہم ذریعہ تھا۔ یہ وہ مال تھا جو بغیر جنگ کے کفار سے بطور خراج یا صلح کے ذریعے حاصل ہوتا تھا۔ اس مقالے میں خلافت راشدہ میں مال فے کی حیثیت، اس کے اصول، اور اس کے معاشی اثرات پر روشنی ڈالی جائے گی۔ خلافت راشدہ کا دور اسلامی تاریخ میں عدل و انصاف، فلاحی ریاست اور مثالی حکمرانی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اس عہد میں معاشی نظام کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھی گئی، اور بیت المال کو ریاستی مالیات کا مرکز بنایا گیا۔ مال فے، جو بغیر جنگ کے کفار سے صلح یا خراج کے ذریعے حاصل ہوتا تھا، بیت المال کی آمدنی کا ایک اہم ذریعہ تھا۔ اس مال کو غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور دیگر مستحقین کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں بیت المال کے نظام کو منظم کیا گیا، اور معذوروں، ضعیفوں، اور بے سہارا افراد کے لیے وظائف مقرر کیے گئے، چاہے وہ مسلمان ہوں یا ذمی۔ یہ اقدامات اس

* اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

** ویزیٹنگ لیکچرار، لیہ یونیورسٹی، پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

بات کی گواہی دیتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کا معاشی نظام عدل و مساوات پر مبنی تھا، جس کا مقصد دولت کی منصفانہ تقسیم اور معاشرتی فلاح و بہبود تھا۔ اس دور میں مالِ فے کی تقسیم کے اصولوں میں شفافیت، امانت داری، اور مستحقین کی نشاندہی پر زور دیا گیا۔ بیت المال کے ذریعے حاصل شدہ مال کو فوری طور پر مستحقین میں تقسیم کیا جاتا، اور اس کی مکمل نگرانی خلیفہ اور مقرر کردہ افسران کرتے تھے۔ یہ نظام نہ صرف معاشی استحکام کا باعث بنا بلکہ معاشرتی ہم آہنگی اور عوامی اعتماد کو بھی فروغ دیا۔ خلافتِ راشدہ کا یہ معاشی ماڈل آج کے دور میں بھی فلاحی ریاست کے قیام اور معاشی انصاف کے حصول کے لیے ایک مثالی نمونہ فراہم کرتا ہے۔

مالِ فے کی تعریف: لفظ "فے" عربی میں "واپس آنے" کے معنی میں آتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں وہ مال جو بغیر جنگ کے دشمن سے حاصل ہو، اسے مالِ فے کہا جاتا ہے۔

ابن منظور لکھتے ہیں: "الْفَيْءُ: مَا رَدَّ اللَّهُ إِلَى الْمُسْلِمِينَ مِنْ أَمْوَالِ الْكُفَّارِ بِغَيْرِ قِتَالٍ" (1)

(فے وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی طرف کفار کے اموال میں سے بغیر جنگ کے لوٹا دے۔)

علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں: "الْفَيْءُ: الظِّلُّ، وَمَا أُخِذَ مِنَ الْكُفَّارِ بِغَيْرِ قِتَالٍ" (2)

(فے کا مطلب سایہ ہے، اور وہ مال جو کفار سے بغیر جنگ کے حاصل ہو۔)

لغوی اعتبار سے فے کا اصل مفہوم "واپس آنا" یا "لوٹا جانا" ہے۔ شریعت میں اس کا مطلب وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے اسلامی ریاست کو حاصل ہو۔

خلافتِ راشدہ میں مالِ فے کے اصول

1- ریاستی ملکیت: مالِ فے کو خلیفہ کی ذاتی جاگیر نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ اسے ریاستی ملکیت قرار دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"یہ مال کسی ایک کا نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا حق ہے۔" (3)

2- ضرورت مندوں میں تقسیم: سورۃ الحشر کی روشنی میں خلفائے راشدین نے مالِ فے کو درج ذیل مستحقین میں تقسیم کیا:

- رسول اللہ ﷺ اور بعد میں خلیفہ (بطور سربراہ ریاست)
- ذوی القربی (نبی کریم ﷺ کے قریبی رشتہ دار)
- یتامی (یتیم بچے)
- مساکین (ضرورت مند افراد)
- ابن السبیل (مسافر جو راستے میں تنگدست ہو جائے)

یہ تقسیم قرآن مجید کی سورۃ الحشر، آیت 7 کے عین مطابق تھی۔ حضرت عمرؓ نے اسی اصول کے تحت زمینوں کی ملکیت کو بھی ریاستی کنٹرول میں رکھا۔⁽⁴⁾

3- فوج اور انتظامی اخراجات: مالِ فے کو اسلامی فوج کی تنخواہوں، ہتھیاروں، اور سرحدی علاقوں کی حفاظت پر بھی خرچ کیا جاتا تھا تاکہ ریاست کو مستحکم رکھا جاسکے۔

”حضرت عمرؓ نے دیوان (رجسٹر) قائم کیا تاکہ فوجیوں کو تنخواہیں دی جاسکیں۔“⁽⁵⁾

4- بیت المال میں جمع کرنا: حضرت عمرؓ کے دور میں بیت المال کا باقاعدہ نظام قائم ہوا۔ تمام مالِ فے کو بیت المال میں جمع کیا جاتا تھا اور اسے مستحقین میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

”حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ مال اللہ کا ہے، میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا زیادہ حق دار ہوں۔“⁽⁶⁾

5- عوامی فلاح و بہبود: مالِ فے کو تعلیم، صحت، پلوں، کنوؤں، مسافر خانوں، اور دیگر عوامی خدمات کے لیے بھی استعمال کیا گیا، تاکہ اسلامی ریاست میں معاشی ترقی ہو۔ حضرت عثمانؓ نے مدینہ میں مسافروں کے لیے سرائے تعمیر کرائے۔⁷

۱۔ خلافتِ راشدہ میں مالِ فے کا استعمال

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا دورِ خلافت (11-13ھ)

مالِ فے کی تقسیم: حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یہ اصول تھا کہ بیت المال میں جمع ہونے والا مال بلا تفریق تمام مسلمانوں میں برابر تقسیم کیا جائے۔ امام طبری (التوفی: 310ھ) نے نقل کیا ہے کہ:

”کان أبو بکر الصديق يقسم المال بين المسلمين بالسوية ولا يفضل أحداً على أحد“⁽⁸⁾

(حضرت ابو بکر صدیقؓ مسلمانوں میں مال کو مساوی طور پر تقسیم کرتے تھے اور کسی کو دوسرے پر فوقیت نہیں دیتے تھے۔)

اسی طرح ابن سعد (التوفی: 230ھ) لکھتے ہیں:

”کان أبو بکر يعطي الناس بالسوية، لم يكن يفضل أحداً على أحد“⁽⁹⁾

(حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو برابر حصہ دیا کرتے تھے اور کسی کو دوسرے پر فوقیت نہ دیتے تھے۔)

جنگِ ارتداد میں مالِ فے کا استعمال: مرتدین کے خلاف جنگوں میں فوجی اخراجات کے لیے بھی مالِ فے استعمال ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں مختلف قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، اور بعض نے نبوت کے جھوٹے دعوے کیے، جن کے خلاف

جہاد ناگزیر ہو گیا۔ ان جنگوں میں فوجوں کو روانہ کرنے، ہتھیار فراہم کرنے اور دیگر دفاعی ضروریات کے لیے بیت المال سے مالی وسائل فراہم کیے گئے۔

ابن کثیر (البتونی: 774ھ) ان جنگوں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”وأنفق الصديق على الجيوش التي بعثها لقتال المرتدين من بيت المال“، (10)

(حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مرتدین سے لڑنے کے لیے بھیجی گئی افواج پر بیت المال سے خرچ کیا۔)

فتوحات اور دفاع میں مالِ فے کا کردار: حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں اسلامی ریاست کو استحکام دینے کے بعد سلطنت فارس اور روم کے خلاف ابتدائی عسکری مہمات کا آغاز کیا گیا، جن میں مالِ فے بھی استعمال ہوا۔ اس بارے میں ابن خلدون (البتونی: 808ھ) بیان کرتے ہیں:

”وكان أبو بكر قد أنفق أموال الفئ في إعداد الجيوش لمحاربة الفرس والروم“، (11)

(حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مالِ فے کو فارس اور روم سے جنگ کے لیے افواج کی تیاری پر خرچ کیا۔)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں مالِ فے کو منصفانہ طور پر مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا اور ریاستی دفاع، جنگ ارتداد، اور اسلامی فتوحات کے لیے بھی استعمال کیا گیا۔ آپؓ نے خلافت کی بنیاد عدل، مساوات اور اسلامی اصولوں پر رکھی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامی ریاست مضبوط بنیادوں پر استوار ہوئی۔

مالِ فے کی مساوی تقسیم

حضرت ابو بکرؓ نے مالِ فے کی تقسیم میں برابری کے اصول کو اختیار کیا اور کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں برتا۔ آپؓ کے نزدیک تمام مسلمان برابر کے حقدار تھے، خواہ وہ مہاجر ہوں یا انصار، قرابت دار ہوں یا اجنبی۔ حضرت عمرؓ نے جب آپؓ کو مشورہ دیا کہ مہاجرین کو زیادہ حصہ دیا جائے، تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

”لوگوں کا بہترین اجر اللہ کے پاس ہے، اور میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کون زیادہ فضیلت رکھتا ہے، لہذا

میں مال کو مساوی تقسیم کروں گا۔“، (12)

اس پالیسی کے تحت تمام مستحق مسلمانوں کو ایک برابر مالِ فے دیا گیا، بغیر کسی امتیاز کے۔

مرتدین کے خلاف جنگوں میں مالِ فے کا استعمال

حضرت ابو بکرؓ کے دور میں سب سے بڑا چیلنج مرتدین اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کے خلاف جنگیں تھیں، جنہیں "فتنۃ ارتداد" کہا جاتا ہے۔ ان جنگوں میں فوجی اخراجات پورا کرنے کے لیے مالِ فے کا استعمال کیا گیا۔

مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف مہم

حضرت ابو بکرؓ نے مرتد قبائل (مثلاً بنو حنیفہ، بنو تمیم، بنو اسد) کے خلاف فوجی مہمات شروع کیں۔ جنگی اخراجات کے لیے مالِ فے سے فوجیوں کی تنخواہیں، اسلحہ، گھوڑے اور دیگر ضروریات فراہم کی گئیں۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:

”حضرت ابو بکرؓ نے مالِ فے کو مرتدین کے خلاف جہاد میں استعمال کیا، تاکہ اسلامی ریاست کو مستحکم کیا جاسکے۔“ (13)

مسئلہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ

جھوٹے نبی مسئلہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ (12ھ) میں مہاجرین و انصار کے بڑے لشکر کو بھیجا گیا۔ اس مہم میں شامل فوجیوں کے ہتھیار، خوراک، سواری اور دیگر اخراجات بیت المال سے ادا کیے گئے۔ مالک بن نویرہ کے قبیلے نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، تو حضرت ابو بکرؓ نے فوج بھیج کر انہیں شکست دی اور ان کا مالِ مالِ فے میں شامل کر دیا۔

”مالِ فے کی رقم سے لشکر کو تیار کیا گیا اور زکوٰۃ کے منکرین کے خلاف جہاد کیا گیا، جس سے اسلامی ریاست کی بنیاد مضبوط ہوئی۔“ (14)

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مالِ فے کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کیا مسلمانوں میں مساوی تقسیم کر کے عدل و مساوات کی مثال قائم کی۔ فوجی اخراجات کے لیے مالِ فے کو استعمال کر کے مرتدین کے فتنے کا خاتمہ کیا اور اسلامی ریاست کو مستحکم کیا۔ یہ پالیسی بعد میں حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں مزید ترقی یافتہ مالیاتی نظام کی بنیاد بنی۔

2- حضرت عمر فاروقؓ کا دورِ خلافت (13-23ھ)

حضرت عمر فاروقؓ کے مالیاتی و اقتصادی اصلاحات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلامی معیشت اور ریاستی نظم و نسق میں کئی بنیادی اصلاحات متعارف کرائی گئیں، جن میں بیت المال کا منظم قیام، زمین کی ملکیت سے متعلق قوانین، اور مالیاتی نظم و ضبط شامل ہیں۔ ہر نکتہ کو مستند حوالوں کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے۔

1- **بیت المال کا نظام:** حضرت عمرؓ نے ریاستی خزانے (بیت المال) کو ایک مستقل ادارہ بنایا تاکہ اسلامی حکومت کے مالی معاملات کو منظم کیا جاسکے۔ آپ نے یہ اصول طے کیا کہ بیت المال میں جمع ہونے والا مال صرف عوام کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال ہوگا۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دور میں بیت المال کو باقاعدہ ادارہ بنایا گیا اور ہر علاقے میں اس کے ذیلی دفاتر قائم کیے گئے تاکہ مقامی سطح پر مالی نظم و نسق کو برقرار رکھا جاسکے۔ (15) شبلی نعمانی اپنی کتاب الفاروق میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بیت المال سے غریبوں، مسکینوں، اور حتیٰ کہ غیر مسلم رعایا کے لیے بھی مالی معاونت کو یقینی بنایا۔ (16)

ابن خلدون کے مطابق، حضرت عمرؓ کے دور میں بیت المال کے ذریعے یتیموں، یتیموں، بیواؤں، اور معذوروں کے لیے وظائف مقرر کیے گئے، اور ہر شہر میں بیت المال کے دفاتر قائم کیے گئے۔⁽¹⁷⁾

2۔ زمین کی ملکیت کے نئے اصول: حضرت عمرؓ نے مفتوحہ زمینوں کی تقسیم کے متعلق ایک نیا اصول متعین کیا، جس کے تحت مفتوحہ زمینوں کو بیت المال کی ملکیت قرار دیا گیا تاکہ ان کی آمدنی اسلامی ریاست کی ترقی اور عوامی فلاح پر خرچ کی جاسکے۔ امام طبری بیان کرتے ہیں کہ جب عراق اور شام فتح ہوئے تو بعض صحابہؓ نے زمینوں کی تقسیم کی رائے دی، لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "یہ زمینیں تمام مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہیں اور ان کی آمدنی بیت المال میں جمع ہوگی تاکہ قیامت تک مسلمانوں کے فائدے کے لیے خرچ ہو۔"⁽¹⁸⁾ امام ابو یوسف اپنی کتاب الخراج میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دور میں مفتوحہ زمینوں کو ریاستی ملکیت میں رکھا گیا اور ان سے خراج (زرعی ٹیکس) وصول کیا گیا، جس سے ریاست کے مالی وسائل میں اضافہ ہوا۔⁽¹⁹⁾ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے زمینوں کی آمدنی کو بیت المال میں جمع کروا کر ریاستی معیشت کو مستحکم کیا اور زراعت کے فروغ کے لیے اقدامات کیے۔⁽²⁰⁾

3۔ محکمہ مال کا قیام اور مالی نظم و نسق: حضرت عمرؓ نے ریاست کے مالیاتی نظام کو مزید بہتر بنانے کے لیے ایک علیحدہ محکمہ مال قائم کیا، جو زکوٰۃ، جزیہ، خراج، اور مالِ فے کی نگرانی کے لیے مخصوص تھا۔ امام ابو عبیدہ اپنی کتاب کتاب الأموال میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہر صوبے میں عامل خراج مقرر کیا، جو زمینوں سے ٹیکس وصول کرنے اور ان کا حساب رکھنے کا ذمہ دار تھا۔⁽²¹⁾ ابن سعد کے مطابق حضرت عمرؓ نے مالیاتی نظم و ضبط کو یقینی بنانے کے لیے ہر گورنر کو سالانہ مالیاتی رپورٹ پیش کرنے کا پابند کیا، اور مالی بے ضابطگی کی صورت میں سخت سزائیں مقرر کیں۔⁽²²⁾

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے مالیاتی اقدامات نے اسلامی ریاست کو مضبوط معیشت فراہم کی اور بعد کے اسلامی حکمرانوں کے لیے ایک مستحکم مالیاتی نظام کی بنیاد رکھی۔⁽²³⁾

حضرت عمر فاروقؓ کے مالیاتی اصلاحات نے اسلامی ریاست کو ایک منظم اور مستحکم اقتصادی نظام فراہم کیا۔ ان اصلاحات کی بدولت ریاست کے مالی وسائل کو منصفانہ طریقے سے عوامی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا گیا اور اسلامی خلافت کی بنیادیں مضبوط ہوئیں۔ ان اصلاحات کا اثر خلافتِ عباسیہ اور خلافتِ عثمانیہ کے مالیاتی نظام پر بھی واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

- بڑے پیمانے پر بیت المال کا نظام ترتیب دیا گیا۔
- زمین کی ملکیت کے نئے اصول وضع کیے گئے اور مفتوحہ زمینوں کو بیت المال کی ملکیت قرار دیا گیا۔⁽²⁴⁾
- محکمہ مال قائم کیا گیا تاکہ مالِ فے کی باقاعدہ نگرانی ہو۔⁽²⁵⁾

3۔ حضرت عثمان غنیؓ کا دورِ خلافت (23-35ھ)

بحری فوج کے قیام اور اسلامی ریاست کی توسیع کے لیے مالِ فے کو استعمال کیا گیا۔⁽²⁶⁾ مسافروں اور تاجروں کے لیے سہولیات فراہم کی گئیں۔⁽²⁷⁾ حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت (23-35ھ) میں مالِ فے (وہ دولت جو بغیر جنگ کے حاصل ہو، جیسے صلح یا جزیہ سے حاصل شدہ آمدنی) کو ریاست کی تعمیر و ترقی، دفاعی نظام، رفاہی منصوبوں، اور مسافروں و تاجروں کے لیے سہولیات پر خرچ کیا گیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کا مالِ فے کے استعمال کا طریقہ

حضرت عثمانؓ نے خلافت کے استحکام، مسافروں اور تاجروں کے لیے سہولیات، بحریہ کی تشکیل، اور دیگر رفاہی امور پر مالِ فے خرچ کیا۔

(1) فوجی نظام اور بحریہ کی تشکیل: ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے پہلی مرتبہ اسلامی بحری فوج تشکیل دی اور اس کے لیے مالِ فے سے جہاز، اسلحہ اور جنگی ساز و سامان کا انتظام کیا۔⁽²⁸⁾ حضرت عثمانؓ کے حکم سے حضرت معاویہؓ نے بحری فوج تیار کی، اور مالِ فے کو بحری جنگی جہازوں کی تیاری میں استعمال کیا گیا، جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے رومی بحریہ کو شکست دی۔⁽²⁹⁾

(۲) تجارتی سہولیات اور معیشت کی مضبوطی: حضرت عثمانؓ نے مدینہ میں سرکاری تجارتی منڈی قائم کی، جہاں تاجروں سے کوئی محصول (ٹیکس) نہیں لیا جاتا تھا۔ یہ منڈی مالِ فے سے چلائی جاتی تھی، تاکہ تجارت کو فروغ ملے۔⁽³⁰⁾ ابن الاثیر کے مطابق، حضرت عثمانؓ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان مسافروں کے لیے راستوں پر سرائیں اور کنوئیں تعمیر کرائے، جن کے لیے مالِ فے استعمال کیا گیا۔⁽³¹⁾

(3) برِرومہ (کنوئیں کی خریداری اور وقف عامہ)

”حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُفَيْرٍ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ يَشْتَرِ بَنْزَ رُومَةَ فَيَجْعَلَهَا لِلْمُسْلِمِينَ يَضْرِبُ فِي نَصِيبِهِ بِحُسْنِهَا فِي الْجَنَّةِ“ فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ فَجَعَلَهَا لِلْمُسْلِمِينَ“،⁽³²⁾

(حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو برِرومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرے، تاکہ اسے اس کے بدلے میں جنت میں اجر و ثواب ملے؟ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اس کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔)

حضرت عثمانؓ نے یہودی سے برّرومہ کو خرید اور اسے عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا، تاکہ مدینہ کے مسافر، تاجر اور شہری بلا معاوضہ پانی حاصل کر سکیں۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اس کنویں کی خریداری کے لیے ذاتی مال کے ساتھ ساتھ مالِ فے کا بھی استعمال کیا۔⁽³³⁾ حضرت عثمانؓ نے حجاز، عراق اور شام کے راستوں میں مسافروں اور حاجیوں کے لیے سرائیں تعمیر کرائیں اور کنوؤں کا انتظام کیا، جو مالِ فے سے کیا گیا۔⁽³⁴⁾ ابن کثیر کے مطابق حضرت عثمانؓ نے مدینہ سے مکہ جانے والے حاجیوں کے لیے کئی کنویں کھدوائے اور انہیں عام لوگوں کے لیے وقف کر دیا۔⁽³⁵⁾

(5) مسجد نبوی کی توسیع: ابن خلدون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی کی توسیع کے لیے زمین خریدی اور اس میں مالِ فے سے حاصل شدہ رقم بھی شامل تھی۔⁽³⁶⁾ ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی کو کشادہ کرنے کے لیے مالِ فے کو استعمال کیا اور جدید طرز کی تعمیر کروائی۔⁽³⁷⁾

مالِ فے کا درست استعمال اسلامی معیشت، دفاعی استحکام، اور تجارتی ترقی کا سبب بنا۔ مسافروں، حاجیوں، اور تاجروں کو بے شمار سہولتیں فراہم کی گئیں، جس سے اسلامی ریاست مزید مستحکم ہوئی۔ بحری فوج کے قیام سے رومیوں کو شکست دی گئی اور اسلامی ریاست کی سرحدیں محفوظ ہوئیں۔ برّرومہ، تجارتی منڈیاں، اور مسافر خانوں کے قیام سے عام عوام کو براہِ راست فائدہ پہنچا۔ حضرت عثمانؓ نے مالِ فے کو شرعی اصولوں کے مطابق ریاستی ترقی، دفاع، اور عوامی فلاح و بہبود پر خرچ کیا، جس کے اثرات کئی صدیوں تک باقی رہے۔

(4) حضرت علی المرتضیٰؓ کا دورِ خلافت (35-40ھ)

عدل و انصاف کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے مالِ فے کو ضرورت مندوں میں تقسیم کیا گیا۔
”خانہ جنگی کے باوجود مالیاتی نظام کو شریعت کے مطابق برقرار رکھا۔“⁽³⁸⁾

مالِ فے کے معاشی اثرات

مالِ فے، جو بغیر جنگ کے کفار سے صلح یا خراج کے ذریعے حاصل ہوتا تھا، خلافتِ راشدہ کے مالیاتی نظام کا ایک اہم جزو تھا۔ اس مال کا مقصد ریاستی خزانے کو مستحکم کرنا، معاشی انصاف قائم کرنا، اور معاشرتی فلاح و بہبود کو فروغ دینا تھا۔ مالِ فے کی آمدنی سے ریاستی خزانہ مستحکم ہوا، جس سے اسلامی سلطنت نے ترقی کی اور عوام کو معاشی سہولیات فراہم ہوئیں۔ اس مال کی منصفانہ تقسیم کے باعث یتیموں، مساکین، اور بیواؤں کی کفالت کی گئی، جس سے غربت میں نمایاں کمی آئی۔ مالِ فے کی آمدنی سے فوج کی قوت میں اضافہ ہوا، جس کے نتیجے میں ریاست کی حدود وسیع ہوئیں۔ بنیادی ڈھانچے (سڑکیں، پل، کنویں) پر مالِ فے کے استعمال سے تجارتی سرگرمیاں فروغ پائیں، جس سے معیشت مزید مستحکم ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے دور میں بیت المال کے نظام کو منظم کیا گیا، اور معذوروں، ضعیفوں، اور بے سہارا افراد کے لیے وظائف مقرر کیے گئے، چاہے وہ مسلمان ہوں یا ذمی۔ یہ

اقدامات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کا معاشی نظام عدل و مساوات پر مبنی تھا، جس کا مقصد دولت کی منصفانہ تقسیم اور معاشرتی فلاح و بہبود تھا۔

1- اقتصادی استحکام: مالِ فے نے ریاستی خزانے کو مستحکم رکھا، جس سے اسلامی سلطنت نے ترقی کی اور عوام کو معاشی سہولیات فراہم ہوئیں۔ (39)

2- غربت کا خاتمہ: مالِ فے کے منصفانہ تقسیم کے باعث یتیموں، مسکینوں، اور بیواؤں کی کفالت کی گئی، جس سے غربت میں نمایاں کمی آئی۔ (40)

3- اسلامی ریاست کی وسعت: ”خلافتِ راشدہ کے دوران مالِ فے کی آمدنی سے فوج کی قوت میں اضافہ ہوا، جس کے نتیجے میں ریاست کی حدود وسیع ہوئیں۔“ (41)

4- تجارتی ترقی: بنیادی ڈھانچے (سڑکیں، پل، کنویں) پر مالِ فے کے استعمال سے تجارتی سرگرمیاں فروغ پائیں، جس سے معیشت مزید مستحکم ہوئی۔ (42)

خلافتِ راشدہ میں مالِ فے ایک اہم معاشی ذریعہ تھا، جسے نہایت منصفانہ اور اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کیا گیا۔ آج کے دور میں بھی، اگر ریاستیں مالِ فے کے اصولوں کو اپنائیں تو غربت، بے روزگاری، اور معاشی عدم استحکام جیسے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ

خلافتِ راشدہ (11ھ-40ھ) کا دور اسلامی تاریخ میں عدل، مساوات اور فلاحی ریاست کی اعلیٰ مثال ہے۔ اس دور میں معاشی نظام کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھی گئی، اور بیت المال کو ریاستی مالیات کا مرکز بنایا گیا۔ مالِ فے، جو بغیر جنگ کے کفار سے صلح یا خراج کے ذریعے حاصل ہوتا تھا، بیت المال کی آمدنی کا ایک اہم ذریعہ تھا۔ اس مال کو یتیموں، مسکینوں، اور دیگر مستحقین کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

یہ اقدامات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کا معاشی نظام عدل و مساوات پر مبنی تھا، جس کا مقصد دولت کی منصفانہ تقسیم اور معاشرتی فلاح و بہبود تھا۔ اس دور میں مالِ فے کی تقسیم کے اصولوں میں شفافیت، امانت داری، اور مستحقین کی نشاندہی پر زور دیا گیا۔ بیت المال کے ذریعے حاصل شدہ مال کو فوری طور پر مستحقین میں تقسیم کیا جاتا، اور اس کی مکمل نگرانی خلیفہ اور مقرر کردہ افسران کرتے تھے۔ یہ نظام نہ صرف معاشی استحکام کا باعث بنا بلکہ معاشرتی ہم آہنگی اور عوامی اعتماد کو بھی فروغ دیا۔ خلافتِ راشدہ کا یہ معاشی ماڈل آج کے دور میں بھی فلاحی ریاست کے قیام اور معاشی انصاف کے حصول کے لیے ایک مثالی نمونہ فراہم کرتا ہے۔

حوالہ جات

- 1- ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۳۹۴ھ، جلد ۱۵، ص-۱۷۸
- 2- الفیروز آبادی، محمد الدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۵ء، ص-۴۵۶
- 3- ابویوسف، کتاب الخراج، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۹ھ، ص-۲۳
- 4- بلاذری، فتوح البلدان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۳ء، ص-۴۵
- 5- طبری، تاریخ الامم والملوک، دار التراث، قاہرہ، ۱۹۶۷ء، جلد ۲، ص-۴۵۰
- 6- شبلی نعمانی، الفاروق، دار المصنفین، اعظم گڑھ، ۲۰۰۳ء، جلد ۱، ص-۲۰۱
- 7- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء، جلد ۳، ص-۵۲
- 8- طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد ۲، ص-۳۵۳
- 9- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد ۳، ص-۱۸۴
- 10- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، دار ابن کثیر، دمشق، ۱۹۸۸ء، جلد ۶، ص-۳۱۱
- 11- ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، دار الفکر، بیروت، ۲۰۰۰ء، جلد ۲، ص-۴۲۸
- 12- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد ۳، ص-۱۳۷
- 13- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد ۶، ص-۳۱۱
- 14- طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد ۳، ص-۲۲۴
- 15- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد ۳، ص-۲۱۳
- 16- شبلی نعمانی، الفاروق، ص-۱۹۱ تا ۱۹۳
- 17- ابن خلدون، مقدمہ تاریخ ابن خلدون، جلد ۱، ص-۲۷ تا ۲۸
- 18- طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد ۲، ص-۴۳۹ تا ۴۵۱
- 19- ابویوسف، کتاب الخراج، ص-۲۵۳ تا ۲۵۵
- 20- ابن جوزی، سیرۃ عمر بن الخطاب، دار ابن حزم، بیروت، ۱۹۹۶ء، ص-۷۵ تا ۷۷
- 21- ابو عبیدہ، کتاب الاموال، دار البشائر، بیروت، ۱۹۸۸ء، ص-۷۲ تا ۷۵
- 22- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد ۳، ص-۲۱۲
- 23- ابن خلدون، مقدمہ تاریخ ابن خلدون، ص-۲۸۰
- 24- بلاذری، فتوح البلدان، ص-۹۲

- 25- ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، جلد ۲، ص ۲۷۸
- 26- ابن اثیر، الکامل فی التاريخ، دار صادر، بیروت، ۱۹۶۵ء، جلد ۳، ص ۸۵
- 27- ماوردی، الاحکام السلطانیہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۵ء، ص ۱۹۸
- 28- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد ۷، ص ۱۵۰
- 29- بلاذری، فتوح البلدان، ص ۱۳۰ تا ۱۲۵
- 30- ابو عبید، کتاب الاموال، ص ۲۴۷
- 31- ابن اثیر، الکامل فی التاريخ، جلد ۳، ص ۵۵ تا ۵۱
- 32- البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار لکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۱ء، حدیث: ۲۷۷۸
- 33- ابن حجر عسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۲۰۱۱ء، جلد ۲، صفحہ ۴۵۵
- 34- طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد ۴، ص ۲۸۳
- 35- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد ۷، ص ۱۵۵
- 36- ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، جلد ۲، ص ۲۱۴
- 37- ابن اثیر، الکامل فی التاريخ، جلد ۳، ص ۶۰
- 38- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد ۷، ص ۲۵۹
- 39- ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص ۱۴۰
- 40- شبلی نعمانی، الفاروق، ص ۲۲۰
- 41- ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، جلد ۲، ص ۳۱۰
- 42- ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۲۰۲